AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 6, Issue 1, June 2022, PP: 301-316
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

مفاتیح الغیب میں کلامی مباحث کا تحقیقی مطالعہ

Research Based Study of Kalami Discussions of Mafātīh ul Gaib

Riaz Ahmad[1*], Prof. Muhammad Akram Rana[2]
[1] *Doctoral Candidate, Minhaj University Lahore, Pakistan*
[2] *Dean, Faculty of Islamic Studies, Minhaj University Lahore, Pakistan*

ABSTRACT

This is the genealogy of Sheikh-ul-Islam Wal-Muslimin Imam Fakhruddin Muhammad bin Umar Razi who died in 606 AH. Muhammad bin Umar bin Hussain bin Ali al-Bakri. Born in 544 AH. He was a master of knowledge, had the highest qualities of knowledge, philosophical rigor, religious knowledge, mujtahid, jurist, and commentator. They are considered to be Imams in Al-Kalam, rational sciences, dictionary knowledge. The greatest quality of Imam Sahib's works is that because of him, a new era of literary history began among Muslims, because he created a special innovation and established a new style in the works. It also arranges the link between the verses. Tafsir al-Qur'an with Qur'an, Tafsir al-Qur'an with Hadith and the sayings of the Companions are well arranged. Arithmetic and philosophy are the most modern sciences. Theology has long been known as a mixed set of issues, but in fact, it has two types and the objectives of both are completely different. The first one is the knowledge that came into being in the conflicting context of certain Islamic sects. Another is the science that was invented in comparison with philosophy. As long as Islam was limited in Arabia, there was no conflict in the beliefs because their purpose was only to practice i.e. to follow prayer, fasting, zakat, Hajj, etc. But when Islam expanded, the nations of Iran, Greece, Copts, etc. entered Islam, then differences began, that is, the attributes of God, fate (qaza o qadr), judgmental (reward and punishment), polytheism and idolatry, pantheism and pantheism and either Qur'an is creature or non-creature, etc

Keyword: *Theology, Knowledge, Sects, Philosophy*

CC BY

موضوع کا پس منظر

علم کلام اگرچہ ایک عرصہ سے ایک مخلوط مجموعہ مسائل کا نام ہے لیکن حقیقت میں اس کی دو اقسام ہیں اور دونوں کے مقاصد بالکل جدا ہیں۔ ایک وہ علم کلام ہے جو خاص اسلامی فرقوں کے اختلافی تناظر میں وجود میں آیا۔ دوسرا علم کلام جو فلسفہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا۔ امام غزالی کے زمانہ تک دونوں بالکل الگ رہے امام غزالی نے اختلاط کی بناڈالی۔ امام رازی نے ترقی دی اور متاخرین نے اس قدر خلط ملط کر دیا کہ فلسفہ، کلام، اصول عقائد سب ایک معجون مرکب بن گئے۔ اسلام جب تک عرب میں محدود رہا عقائد میں نزاع پیدا نہیں ہوا کیونکہ ان کا مقصد فقط عمل تھا یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ پر عمل پیرا ہونا۔ لیکن جب اسلام کو وسعت ملی ایران، یونان، قبطی وغیرہ قومیں اسلام میں داخل ہوئیں تو اختلافات شروع ہوئے یعنی صفات خدا، قضاو قدر، جزاو سزا، تعدد الہ، شرک وبت پرستی، وحدت الوجود، وحدت الشہود اور قرآن کریم مخلوق غیر مخلوق وغیرہ کی ابحاث شروع ہو گئیں۔ ہم اپنے افعال میں مجبور ہیں جو کچھ انسان کرتا ہے یہ سب اللہ عزو جل کرواتا ہے۔ قل کل من عنداللہ۔ (۱)

بعض یہ کہنے لگے کہ انسان اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ (۲)

جس سے جبری قدری مباحث وجود میں آئیں۔

کلام کی لغوی تحقیق

کلام لغوی اعتبار سے "کلم" مصدر سے ہے، جس کا معنی ہے زخم، جمع کلوم وکلام اور الکلام گفتگو جملہ کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور علم الکلام اسلامی نظریات کے مطابق وہ علم ہے جس میں اللہ تعالی کی ذات وصفات، پیدائش، مخلوق اور آخرت کے متعلق بحث کی جائے۔ الکلام کے معنی سخت زمین کے بھی آتے ہیں۔ یہ لفظ الکلیم بمعنی مجروح اور کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب بھی ہے اور اس لفظ کلام کو مفرد، مرکب دونوں طرح استعمال کیا گیا ہے۔ کلمۃ التوحید، کلمۃالتقوی، الکلمۃ وکلمۃ اللہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا لقب وغیرہ۔ (۳)

علم کلام کی وجوہ تسمیہ

۱۔ متقدمین اپنی کتب میں "الکلام فی کذاو کذا "یعنی عنوان کی ابتداء لفظ کلام سے کرتے ہے

۲۔ الکلام فی اثبات النبوۃ یہ اثبات نبوت کا نام ہے

۳۔ الکلام فی خلق القرآن (کلام مسئلہ خلق قرآن میں)

۴۔ الکلام فی تحقیق الشرعیات (علم کلام احکام شرعیہ کو ثابت کرتا ہے

۵۔ الکلام مایجب من العلوم التی انما تعلم و تتعلم با لکلام (علم کلام ان علوم میں ہے جن کو سیکھنے سکھانے کا ذریعہ کلام ہے مگر یہ علم کلام اول الکلام ہے

۶۔ علم کلام فریقین کے درمیان بحث ومباحثہ سے حاصل ہوتا ہے

۷۔ علم کلام کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہے اور اسی میں سب سے زیادہ نزاع ہے اور مخالفین کی تردید ہے

۸۔ علم الکلام دلائل قطعیہ سے تعلق رکھتا ہے

ان مذکورہ وجوہات کی بناپر اس علم کا نام علم الکلام رکھا گیا ہے [۴]

علم الکلام کی تاریخی حیثیت

ابتدائی اشاعت پہلی صدی ہجری میں معتزلہ اور قدریہ نے کی اور اہل سنت وجماعت کے علم کلام کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوا۔ معتزلہ کا موجد اول واصل بن عطاہے ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی اور ابتدائی لوگوں میں یہ حضرات شامل ہیں: ابوہذیل علاف، نظام، جاحظ اور ابومسلم اصفہانی وغیرہم۔ انہوں نے علم الکلام فلسفیانہ اصول پر مرتب کیا اور اسی علم الکلام کی محدثین وائمہ نے مخالفت کی اور اہلسنت کے بانی امام ابوالحسن اشعری ہیں جو ابتداءً خود معتزلی تھے اس بنا پر علم کلام دوصدیوں تک معتزلہ کے ہاتھوں میں رہا۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اسی علم کلام کے مخالف تھے۔ [۵]

تیسری صدی ہجری میں اہل سنت کے علم کلام کا آغاز ہوا۔ اس کے بانی ابوالحسن اشعری ہیں ۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ شروع میں علم کلام نقلی تھا سب سے قبل قاضی ابوبکر باقلانی نے چند عقلی مسائل کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد امام الحرمین نے "ارشاد" کے نام سے کتاب لکھی جو امام رازی کے زمانے تک پہنچی امام رازی اس کتاب کو حفظ کیا اور امام غزالی علم کلام میں کئی کتابیں لکھ چکے تھے ان کی تقلید پر امام رازی آگے بڑھے۔ [۶]

اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مختلف فیہ مسائل

اگرچہ فرقہ حنفی تمام فرقہائے اسلامیہ میں تعداد میں زیادہ ہے اور علم کلام میں اشعریہ کے مقابلہ میں ماتریدیہ کی شہرت نہایت کم ہے اسی وجہ سے آج اکثر علماء حنفیہ اشاعرہ کے ہم عقیدہ ہیں حالانکہ قدیم زمانہ میں کسی حنفی کا اشعری ہونا تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ علامہ ابن الاثیر متوفی ۶۶۴ھ تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں:

وهذامماستطرف ان يكون حنفى اشعريا

یہ بات نہایت عجیب ہے کہ کوئی شخص حنفی ہوکر اشعری ہو۔

ماتریدیہ کی گم نامی کی وجہ یہ بھی ہے کہ علماء احناف نے علم کلام میں بہت کم تصانیف لکھی ہیں۔ آج علماء جو حنفی ماتریدی کہلاتے ہیں یہ علم کلام کی شاخ ابومنصور ماتریدی کی طرف منسوب ہے۔ جن کا نام محمد بن محمد بن محمود ہے ماترید سمرقند کے مضافات میں ایک قصبہ کا نام ہے جہاں ابومنصور رہتے تھے۔

ان کے اساتذہ میں ابونصر عیاض، ابوبکر احمد بن اسحاق بن صالح جوزجانی، نصیر بن یحیی بلخی، محمد بن مقاتل رازی شامل ہیں اور دوواسطوں سے قاضی ابویوسف اور امام محمد کے شاگرد ہیں ۳۳۳ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف یہ ہیں: کتاب التوحید، کتاب المقالات، بیان وہم المعتزلہ، تاویلات القرآن۔

ماتریدیہ اور اشاعر کے مابین مختلف فیہ مسائل کے ضمن میں بعضوں نے ۳، بعضوں نے ۱۳ اور بعضوں نے ۴۰ لیکن علامہ ابن البیاضی نے ۵۰ شمار کیے ہیں۔ شبلی نعمانی نے ۹ مسائل اختلافی ذکر کیے ہیں:

۱۔ اشیاء کا حسن وقبح عقلی ہے۔

۲۔ اللہ عزوجل کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔

۳۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ظلم نہیں کرتا اس کا ظالم ہونا عقلاً محال ہے۔

۴۔ خدا کے تمام افعال مصالح پر مبنی ہیں۔

۵۔ آدمی کو اپنے افعال پر قدرت حاصل ہے اور یہ قدرت ان افعال کے وجود میں اثر رکھتی ہے۔

۶۔ ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔

۷۔ زندگی سے ناامیدی کی حالت میں بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔

۸۔ حواس خمسہ کا کسی چیز کو محسوس کرنا علم نہیں بلکہ ذریعہ علم ہے۔

۹۔ اعراض کا اعادہ نہیں ہو سکتا۔

ان مسائل میں اشاعرہ اور ماتریدیہ الگ الگ مؤقف رکھتے ہیں۔

مسئلہ تحقیق کا بیان

امام رازی ان الذین کفروا[۷] کے تحت اہل کلام اور کفر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تحقیقی قول اس میں یہ ہے کہ جو کچھ حضور علیہ السلام سے منقول ہے وہ واضح ہے جو کوئی اس کی تصدیق کرے گا وہ مومن ہے اور جو کچھ اسکی تائید نہیں کرتا وہ ان تمام کی تصدیق نہیں کرتا یا بعض کی کرتا ہے بعض کی نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

مثلاً وجود صانع یا اسکے عالم، قادر یا اس کے واحد ہونے کا یا اس کے نقائص و عیوب سے پاک ہونے کا یا حضور علیہ السلام کی نبوت، یا صحت قرآن، یا ان احکام کا انکار کرنا جن کا دین محمدی میں ہونا یقینی ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، حرمت سود وغیرہ کا انکار کیا تو کافر ہو گا ہاں وہ اعمال بندوں کا خالق ہے یا نہیں یا وہ چیزیں جن کا دین میں ہونا استدلال سے جانا جاتا ہے اللہ کا عالم بالعلم ہونا یا عالم لذاتہ ہونا اس کا مرئی یا غیر مرئی ہونا یا جو کچھ حضور علیہ السلام سے تواتر سے منقول نہیں ہے کہ ان میں سے ایک قول صحیح ہے ایک قول صحیح نہیں ان کا صحیح ہونا یا باطل ہونا استدلال و نظر سے معلوم ہوتا ہے تو بالیقین نہ ان کا انکار اور نہ ان کا اقرار، ماہیت ایمان میں داخل ہے لہذا یہ موجب کفر نہیں[۸]

تحقیقی مطالعہ کے مقاصد

۱۔ امام رازی کے حالات وواقعات کا مطالعہ کرنا۔

۲۔ مذکورہ مسائل میں امام رازی کی تحقیقی خدمات کا مطالعہ کرنا۔

۳۔ مسئلہ اثبات باری تعالیٰ، توحید، تنزیہ وتقدیس، خیر وشر، رؤیت باری تعالیٰ، جبر وقدر، معاد، نبوت کا مطالعہ کلامیات کے تناظر میں۔

۴۔ کلامی ابحاث سے متعلق مختلف نظریات کا مطالعہ کرنا۔

۵۔ مفاتیح الغیب کا تحقیقی مطالعہ کرنا۔

طریقہ تحقیق

یہ مطالعہ ایک ’تحقیقی‘‘ ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں تحقیق کی مناسبت سے ’’ طریقہ تحقیق‘‘ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس طریقہ کار کی

بدولت مفاتیح الغیب کی مختلف جہات کو متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے مقاصد، نتائج، منہج تحقیق، مصادر، اسلوب اور خلاصہ اخذ کیا گیا ہے۔

علم الکلام پر سابقہ تحقیق کا مطالعہ

علم کلام اور متکلمین کے حالات میں عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ چند منتخب کتب مندرجہ ذیل ہے: [۹]

(۱) مقالات الاسلامین، امام ابوالحسن اشعری (۲) ملل ونحل، ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرائنی (۳) ملل ونحل، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی المتوفی ۴۰۳ھ (۴) ملل ونحل، ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی المتوفی ۴۲۱ھ (۵) الفصل فی الملل ونحل علامہ علی بن احمد ابن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۶ھ (۶) ملل ونحل، امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ (۷) ملل ونحل، احمد بن یحیٰ مرتضیٰ زیدی (۸) تہافۃ الفلاسفہ، امام غزالی (۹) التفرقۃ بین السلام والزندقہ، امام غزالی (۱۰) مشکوٰۃ الانوار امام غزالی (۱۱) تاویلات القرآن، امام ابومنصور ماتریدی (۱۲) المقصد الاقصیٰ، امام غزالی (۱۳) المضنون علی غیر اہلہ، امام غزالی (۱۴) القسطاس المستقیم، امام غزالی (۱۵) الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی (۱۶) معارج القدس، امام غزالی (۱۷) جواہر القرآن، امام غزالی (۱۸) الجام العوام، امام غزالی (۱۹) منقد من الضلال، امام غزالی (۲۰) النفخ والتسویۃ، امام غزالی (۲۱) مطالب عالیہ، امام رازی (۲۲) نہایۃ العقول، امام رازی (۲۳) اربعین فی اصول الدین، امام رازی (۲۴) مباحث مشرقیہ، امام رازی (۲۵) حکمۃ الاشراق، شیخ شہاب الدین مقتول (۲۶) ہیاکل النور، شیخ شہاب الدین مقتول (۲۷) الکلام علی المحصل، ابن تیمیہ (۲۸) رد منطق، ابن تیمیہ (۲۹) شرح مقاصد، علامہ تفتازانی (۳۰) شرح مواقف، قاضی عضد وسید شریف (۳۱) صحائف، قاضی عضد و سید شریف (۳۲) کتاب الروح، ابن قیم (۳۳) اجوبۃ المسائل النجاریہ، امام رازی

مذکورہ بالا تحقیقات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ "مفاتیح الغیب میں کلامی مباحث کا تحقیقی جائزہ" پر کسی محقق نے طبع آزمائی نہیں اس لئے یہ موضوع تحقیق طلب ہے۔

مفاتیح الغیب کا تعارف

مفسرین کرام نے ہر دور میں اپنے خصوصی ذوق اور ماحول کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کیلئے مخصوص مناہج اور اصول وضع کیے اور امت مسلمہ کے کاملین نے آنے والی نسلوں کیلئے حکمت و دانش کے عظیم باب رقم فرمائے۔ یہ مبارک سلسلہ عہد صحابہ سے لے کر امام رازی تک بڑی تابناکی سے چلتا رہا جس میں ابن جریر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مدارک اور تفسیر کشاف وغیرہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔

العلوانی امام رازی کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

شیخ الاسلام والمسلمین امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عمر بن حسین بن علی البکری۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق سے ملتا ہے ابن الخطیب شافعی کے نام سے معروف ہیں۔ ۵۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ جامع العلوم تھے تبحر علمی، فلسفیانہ دقت، علوم دینیہ کی مہارت، مجتہد، فقیہ، مفسر کی اعلی صفات کے جامع تھے۔ علم الکلام، علوم عقلیہ، علم لغت میں امام مانے جاتے ہیں۔ اپنے والد محترم ضیاء الدین اور بکثرت علماء سے استفادہ کیا آپ نے ہندوستان کا سفر بھی کیا اور فرماتے ہیں کہ مختلف شہروں میں گیا تو دیکھا کہ کفار خدا کے وجود پر متفق ہیں۔ تصانیف کے میدان میں آپ کا شمار صف اول کے علماء میں ہوتا ہے تقریباً ہر فن میں آپ نے کتابیں لکھیں ہیں۔

عربی اور فارسی میں بکثرت کتابیں ہیں جیسا کہ فارسی میں آپ کی کتاب الخمسین فی اصول الدین اس کتاب میں علم الکلام کے پچاس مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ لطائف الغیاثیہ یہ بھی فارسی میں ہے پہلا حصہ علم الکلام، دوسرا حصہ فقہ، تیسرا حصہ اخلاقیات اور چوتھا حصہ دعا میں ہے۔ عربی میں بے شمار کتب ہیں مثلاً عصمت الانبیاء، مطالب العالیہ، کتاب المحصول، شرح وجیز۔(۱۰)

ندوی امام رازی کی شخصیت کا منفرد پہلو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"امام صاحب کی تصانیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں تصنیفی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا کیونکہ آپ نے خاص جدت پیدا کی اور تصنیفات میں نیا انداز قائم کیا۔"(۱۱)

ذہبی امام رازی کے علمی ذوق پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

وھواول من اخترع ھذاالترتیب فی کتبہ واتی فیھابمالم یسبق علیہ۔(۱۲)

یہ پہلے شخص ہیں جس نے کتاب میں یہ ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی باتیں بیان کیں جن کو اس سے قبل کسی نے بیان نہیں کیا۔

علم الکلام اور فلسفہ میں متاخرین کا ماخذ آپ ہی کی تصانیف ہیں اور مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر اپنی مثال آپ ہے جو ہر مفسر کی ضرورت ہے اور ہر مفسر مصدر کے طور پر لیتا ہے برصغیر کا کوئی ایسا مفسر نہیں جو تفسیر کبیر کے منہج واسلوب وفکر سے متاثر نہ ہو۔ ابتداءً ۱۲ جلدوں میں شائع ہوتی رہی۔ اب موجود ۳۲ جلدوں میں مصر کے مکتبہ الھیہ نے شائع کی ہے ذیل میں مفاتیح الغیب کی تفسیری خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔ تفسیر مفاتیح الغیب بالرائے الجائز کی نمائندہ تفسیر ہے اور بالرائے الجائز کے اسلوب کی نمائندگی کرتی ہے کیونکہ نظر واستدلال اور قواعد عربیہ کے دائرہ میں تالیف کی گئی ہے ایسی تفسیر جمہور علماء کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ ربط بین الآیات والسور کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث وباقوال صحابہ کا اہتمام خوب ہے۔ علم الحساب وفلسفہ علوم جدید کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ علم الافلاک، فلاسفہ کے اقوال کی تنقید بھی کرتے ہیں۔ فقہی مسائل فقہاء کے اقوال کی روشنی میں اور مختلف قرأتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علم الاصول، نحو، بلاغت اور تخلیق کائنات کے اسرار ورموز بھی بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ مفاتیح الغیب کے برصغیر کی تفاسیر پرا ثرات کی نوعیت اور امام رازی کی تفسیر کے برصغیر کے تفسیری ادب پر کثیر اثرات مرتب ہوئے ہیں: اثرات کا مطلب ہے نمبر ایک امام رازی کا حوالہ، نمبر دو امام رازی کی فکر سے متاثر، نمبر تین منہج واسلوب سے متاثر، نمبر چار الفاظ سے معانی تک اثرات۔

نمایاں پہلو یہ ہیں:

کلامی، فقہی، نحوی ولغوی، ادبی نظم، قرأت، متصوفانہ وفلسفیانہ اثرات کا اثر برصغیر کی اردو تفاسیر میں بھی پایا جاتا ہے۔

مفاتیح الغیب کی اہمیت

قرآن مجید ایک بحر بے کنار ہے جس میں تدبر و تفکر کرنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

افلایتدبرون القرآن (۱۳)

"تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔"

مسلمان کی اللہ تعالی کی آیتوں پر گونگے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن کو سمجھنے کیلئے بہت زیادہ محنت کریں اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اہل علم جن کے اندر اللہ عزوجل نے قرآن کریم کی تفسیر کا ملکہ پیدا کیا ہے وہ دوسروں کیلئے آسانی پیدا کریں۔

ندوی تفسیر کی ضرورت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ابتداءً تفسیر الگ علم نہ تھا بلکہ تفسیر، علم حدیث کی ایک شاخ تھا۔ تفسیر، فقہ اور تاریخ وسیرت کا مجموعہ تھی محدثین ان تمام چیزوں کو مخلوط طور پر روایت کرتے تھے خلافت امویہ کے آخری اور خلافت عباسیہ ابتدائی زمانہ میں اس روش میں اس قدر تغیر پیدا ہوا کہ مختلف بزرگوں نے اس مجموعہ کے الگ الگ اجزاء کر لیے۔ مثلاً فقہی احکام کی احادیث کو امام مالک نے مؤطا میں جمع کیا اور سیرت کے متعلق تمام روایات کو محمد بن اسحاق نے ایک جگہ پر جمع کر کے فن سیرت ایک مستقل فن بنا دیا۔ صحیح بخاری ومسلم ان تینوں اجزا کا مجموعہ ہیں۔ اگرچہ انہی کتب میں دیگر کتب کی طرح التفسیر جز کے طور پر موجود ہے چونکہ یہ مختصر تفسیری کام تھا اور ایک جز کی حیثیت سے تھا علما تفسیر نے اس کو قرآن کی وضاحت کے حوالہ سے ناکافی سمجھتے ہوئے قرآن کی تفسیر کا الگ سے آغاز کیا اور کئی کئی جلدوں میں قرآن مجید کی آیات کی تفاسیر کیں۔ اسی طرح امام رازی نے ۳۴ جلدوں میں (مصری چھاپہ) جو آج انٹرنیشنل اسلام آباد کی یونیورسٹی میں موجود ہے لکھ کر لوگوں کیلئے قرآن فہمی کو آسان بنا کر عند اللہ ماجور ہوئے۔"(۱۴)

امام رازی کا منہج تحقیق

امام رازی کی تفسیر علوم وفنون اور نفائس ولطائف کا خزینہ ہے۔ مگر جیسے مشہور ہے:

لكل حسام نبوة ، ولكل جواد كبوة ، ولكل حليم هفوة ، ولكل كريم صبوة

اس لیے اگر دوران مطالعہ کچھ باتیں تحقیق کے اصولوں پر پوری نہ اتریں، اس کی نشاندہی سے امام رازی کی جلالت قدر اور عظمت علم پر حرف نہیں آتا بلکہ مقصد یہ ہے کہ مفاتیح الغیب کے مطالعہ کے لیے ان نکات کو ذہن نشین رکھنے سے ممکن حد تک درست نتائج کا استنباط ہو سکے گا اور ان باتوں سے پہلو تہی کرنے سے کسی مسئلہ میں مفاتیح الغیب سے کماحقہ نتائج کا نکالنا مشکل ہو جائے گا، اور یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ امام رازی نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انتہائی ممتاز اور قابل تعریف ہے:

1۔ امام رازی نے احناف کے مذہب کو بطور خاص موضوع بنایا، اور احناف کے فقہی مسلک پر اعتراضات کا کوئی بھی موقع ضائع نہیں کیا، جن کے جوابات بہت سے مفسرین نے اپنی تفاسیر اجل میں احناف کی طرف سے دیے ہیں جیسا کہ مسئلہ تیمم میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک زمین کی ہر قسم کی جنس سے مثلاً مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال وغیرہ سے تیمم کرنہ جائز ہے امام شافعی کے نزدیک صرف اگانے والی مٹی جو ہاتھوں کو لگے صرف اس سے جائز ہے دیگر اجناس سے جائز نہیں ہیں دونوں مذاہب کے دلائل امام رازی نے تفصیل سے تحریر کئے ہیں اور امام رازی کا جھکاؤ امام شافعی کی طرف نظر آتا ہے۔

2 ۔ احناف کے فقہی مسلک کو احناف کے مصادر اصلیہ اور معتبر کتب سے نقل نہیں کیا، جس کی وجہ سے متعدد مقامات پر احناف کے مذہب کو نقل کرنے میں غلطی ہوئی اور اس غلط نقل کی وجہ سے اپنی طرف سے اعتراضات واشکالات وارد کیے مثلاً نماز قصر کے مسئلہ میں امام شافعی کا مؤقف رخصت کا ہے کہ اگر چاہے تو قصر کرے اگر چاہے تو قصر نہ کرے جب کہ امام اعظم کے نزدیک قصر کرنا لازم ہے امام رازی دونوں کے دلائل ذکر کرنے کے بعد امام شافعی کے مؤقف کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ کہ اس مسئلہ میں احناف کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

3۔ احناف کے فقہی مسائل کی نقل میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے براہ راست امام اعظم ابو حنیفہ کو مورد الزام ٹھہرایا بلکہ بعض دفعہ ایسے سخت الفاظ استعمال کیے جو خود امام شافعی نے بھی امام ابو حنیفہ کے لیے استعمال نہیں کیے۔ مثال کے طور پر مفاتیح الغیب ج ا، ص ۱۸۰، پر نماز کے اندر قراءت تسمیہ کے مسئلہ میں یہ جملہ کہا گیا : وإذا كان الأمر كذلك فكيف يليق بالعاقل أن يقول انه بدعة ، اس سے مقصود احناف پر رد ہے کہ بقول امام رازی کے احناف کا مسلک یہ ہے کہ قرأت تسمیہ جہراً بدعت ہے ہی نہیں۔ جب کہ یہ احناف کا مسلک ہی نہیں۔

4۔ احادیث نبویہ کی نقل میں سند حدیث کو ذکر نہیں کیا گیا، جس کی وجہ سے حدیث کا درجہ معلوم نہیں ہوتا۔

5۔ احادیث نبویہ کی تخریج میں امام رازی نے کتب حدیث کا حوالہ نہیں دیا، جس کی وجہ سے تخریج حدیث میں انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

6۔ احادیث نبویہ کو بالمعنی روایت کرنے کی وجہ سے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ ساتھ کچھ الفاظ کی حذف وزیادتی ہوئی ہے۔ جو محقق کے لیے حدیث کی تلاش کو مزید مشکل بنادیتا ہے۔

7۔ صرف ونحو میں کوفیین وبصریین کے مذاہب کو اس انداز میں نقل کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امام رازی کسی مسئلہ میں کوفیین کے مذہب کو ترجیح دے رہے ہیں یا بصریین کے مذہب کو۔

8۔ مسائل کے بیان میں بعض اوقات طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد اور محاکمہ کرنے کے بعد امام رازی کچھ سوالات قاری کے ذمہ چھوڑ دیتے ہیں کہ اس بحث میں یہ یہ اعتراضات ہوسکتے ہیں، جس کی وجہ سے قاری تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

9۔ بعض آیات کی تفسیر میں تصوف کے اسرار ورموز بیان کرتے ہوئے، صوفیاء کرام کے واقعات میں بعض رقیق قصے بھی بلا سند ذکر کر دیتے ہیں۔

مفاتیح الغیب کے مصادر

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں ہر فن کے ائمہ سے کلام نقل کیا ہے، مگر اکثر وبیشتر ان کتابوں کی تصریح نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات ان کی مکمل عبارتوں کو ان ائمہ کا نام لیے بغیر ہی نقل کر دیتے ہیں، جب کہ بعض جگہ پر کچھ آئمہ کرام کی تصریح ضرور کی ہے۔

مفاتیح الغیب کا منہج واسلوب

مفاتیح الغیب کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

۱۔ **تفسیر بالرائے الجائز کی نمائندہ تفسیر:** تفسیر کبیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تفسیر بالرائے الجائز کے اسلوب کی نمائندگی کرتی ہے۔ کیونکہ امام رازی نے اسے نظر واستدلال اور قواعد عربیہ کے دائرہ میں رہ کر تالیف کیا ہے اور جو تفسیر ایسی ہو وہ جمہور کے نزدیک جائز ہے۔

۲۔ **ربط آیات وسور:** تفسیر کبیر کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امام رازی اس بات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں کہ آیات میں باہم کیا ربط وتعلق پایا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ایک سورت کے نقطہ اختتام کی دوسری کے آغاز کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ بعض اوقات ایک مناسبت کے بیان پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ متعدد مناسبات ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ **تفسیر القرآن بالقرآن:** تفسیر کا بنیادی اسلوب یہ ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر قرآنی آیات کی مدد سے کی جائے۔ امام رازی سب سے

پہلے اسی اصول پر عمل کرتے ہیں۔[15]

۴۔ **تفسیر القرآن بالحدیث:** تفسیر کا دوسرا اصول یہ ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر احادیث رسول اللہ ﷺ سے کی جائے۔ امام رازی اس اصول کے تحت اپنی تفسیر میں احادیث بیان کرتے ہیں۔ مگر کئی احادیث درجہ ثقاہت کو نہیں پہنچ پاتیں، لیکن زمخشری کی طرح وہ موضوعات کے دائرہ میں شامل نہیں۔ ایک جگہ جابر جعفی کی روایت امام باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور بغیر جرح کے آگے گزر جاتے ہیں۔[16]

۵۔ **تفسیر القرآن باقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم:** امام رازی اپنی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء کو بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً(فامامن ثقلت موازینہ) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی رائے بھی بیان کرتے ہیں وہ لوگ جو دنیا میں اتباع حق کرتے ہیں۔

۶۔ **ریاضی وفلسفہ:** امام رازی ریاضی، علوم طبیعی اور دیگر علوم جدیدہ کا بھی اکثر ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً علم الافلاک کا ذکر اکثر ان کے یہاں ملتا ہے۔ وہ فلاسفہ کے اقوال بیان کر کے ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ اگرچہ الٰہیات کی مباحث کے دوران وہ خود بھی فلاسفہ کی طرح عقلی استدلال سے کام لیتے ہیں۔ مگر ان کا استدلال مسلک اہل سنت سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔

۷۔ **فقہی مسائل کا بیان:** مفاتیح الغیب میں آیات الاحکام کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی فقہی مسائل کو فقہاء کے مذاہب کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ فقہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے مسلک کی تائید وحمایت میں بکثرت دلائل ذکر کرتے ہیں۔ تفسیر میں بیان ہونے والے مسائل زیادہ تر امام شافعی کی "الرسالہ"[17] اور محی السنہ کی کتاب "التہذیب"[18] سے ماخوذ ہیں۔ لیکن آپ ابو بکر الرازی الحنفی اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ کی آراء کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ مختلف ائمہ کے اقوال بیان کر کے اپنی ترجیح رائے بیان کرتے ہین۔ ضروری نہیں کہ وہ رائے شافعی مسلک کے مطابق ہو۔[19]

۸۔ **مختلف قراٰتوں کا بیان:** امام رازی رحمہ اللہ تفسیر بیان کرتے وقت جملوں، آیات اور الفاظ کی قراٰت بھی بیان کرتے ہیں۔[20]

۹۔ **علوم فقہ واصول فقہ وبلاغت:** آیات الاحکام کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی فقہاء کے مذاہب بیان کرتے ہیں۔ امام شافعی کے مسلک کی تائید وحمایت میں بکثرت براہین ودلائل ذکر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علم الاصول، نحو اور بلاغت سے متعلق مسائل بھی ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ اتنے زیادہ نہیں ہوتے جس قدر ریاضی کے مسائل۔

۱۰۔ **امام رازی اور معتزلہ:** امام کٹر سنی ہیں اور اہل سنت کے سے افکار وعقائد رکھتے ہیں وہ اکثر معتزلہ کے اقوال ذکر کر کے ان پر شدید نقد وجرح کرتے ہیں۔ مگر بعض علماء اس کو کمزور تنقید پر محمول کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:" امام رازی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ مخالفین کے شدید اعتراضات نقل کرتے ہیں مگر ان کا شافی جواب نہیں دیتے۔"[21]

تنزیہ کے بارے میں امام رازی کی بحث کا خلاصہ

اس کا علم صرف خدا کو ہے اور ہم اس سے بحث نہیں کر سکتے، باقی تاویل کے یہ معنی کسی دلیل کی وجہ سے لفظ کے راجح معنی کو چھوڑ کر اس کے مرجوح معنی مراد لیے جائیں، متاخرین کی اصطلاح ہے اور اسی اصطلاح کی بناپر ان الفاظ کے ظاہری معنی سے چوں کہ خدا کا جسمانی ہونا

لازم آتا ہے جو عقلی دلیل سے محال ہے اس لیے وہ ان کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ان کے مرجوح معنی مراد لیتے ہیں لیکن سلف تاویل کے اس معنی سے واقف نہ تھے، نہ قرآن مجید میں یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے، اس لیے وہ ان الفاظ کی تاویل نہیں کرتے بلکہ ان کے ظاہری معنی کو بیان کر کے ان کی کیفیت اور حقیقت کے علم کو خدا کے سپرد کرتے ہیں، اور امام صاحب کا میلان اسی مذہب کی طرف ہے۔ امام رازی نے تنزیہ و تقدیس کے حوالہ تفسیر کبیر میں اس مسئلہ پر جن ابحاث کو تحریر کیا ہے اس کی تائید علامہ تفتازانی شرح عقائد میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

واعلم ان ما ذکرہ فی التنزیهات بعضه یغنی عن البعض الا انه حاول التفصیل والتوضیح ،قضاء لحق الواجب فی باب التنزیه،

اور تو جان لے کہ جن صفات کو علامہ ابو حفص عمر متوفی (۵۳۷ھ) عقائد النسفی میں تنزیہات میں ذکر کیا ہے ان میں بعض بعض سے بے نیاز کر دیتی ہیں بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر وضاحت کی ہے واجب تعالی کے بارے میں، فرقہ مشبہہ اور مجسمہ اور تمام فرقوں کا رد کیا اور کہا کہ مشائخ ماتریدیہ کے صفات سلبیہ کے بارے میں جو دلائل دیئے ہیں وہ کمزور ہے ہم نے، تنزیہ اس پر رکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی، عرض، جسم ،جوہر، شکل وصورت وغیرہ جن میں حادث ہونے کا شائبہ ہے وہ واجب الوجود (ذات باری تعالی) کے منافی ہیں اللہ عزوجل اس سے پاک ہے اسی طرح اللہ عزوجل جہت، مکان اطراف ہر چیز سے پاک ہے فوق، تحت، شمالاً، جنوباً، شرقاً غرباً ، ہر طرح کے عوارض سے بالاتر ہے۔[۲۲]

جبر وقدر کے بارے میں امام رازی کا نقطہ نظر

انسانوں اور حیوانوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں ان کے متعلق اگرچہ بہت سے مذاہب ہیں لیکن ان میں دو مذہب زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ ایک مذہب تو امام ابو الحسن اشعری کا ہے، جن کے نزدیک انسانوں اور حیوانوں میں قدرت کو ان افعال کی تخلیق وایجاد میں کوئی دخل نہیں ہے، کیوں کہ ان کی قدرت اور ان کے افعال کا خالق اور موجد صرف خدا ہے۔

۲۔ دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے جن کے نزدیک ان افعال کی تخلیق وایجاد خود انسان وحیوان کرتے ہیں، اگرچہ وہ خدا کے سوا خالق کا لفظ کسی دوسری ذات کے لیے استعمال نہیں کرتے، تاہم ان کے نزدیک انسان وحیوان کے افعال کی تخلیق وایجاد میں خدا کو کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے افعال کے صادر کرنے میں مستقل بالذات ہیں۔

یہی دونوں مذہب ہیں جو جبر وقدر یا جبر واختیار کے نام سے موسوم ہیں۔

خود امام صاحب تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

فالإنسان مضطر في صورة المختار پس انسان مختار کی صورت میں مجبور ہے۔[۲۳]

اس بناپر جبر وقدر کے متعلق جو آیتیں جس فریق کے مذہب کے موافق ہوتی ہیں وہ ان کو محکم قرار دیتا ہے، اور جن آیتوں سے فریق مخالف کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، ان کو متشابہ قرار دے کر ان کی تاویل کرتا ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک تاویل کا اصول یہ ہے۔

"لا سبیل الی صرف اللفظ عن معناه الراجح الی معناه المرجوح الا بواسطة اقامة الدلالة العقلیة القاطعة علی ان معناه الراجح محال عقلا" [۲۴]

کہ لفظ کو اس کے راجح معنی کی طرف لے جانے کا راستہ اس کے سوا نہیں کہ یقینی عقلی دلیل اس پر قائم کر دی جائے کہ لفظ کے راجح معنی لینا عقلاً محال ہے۔

اوراس اصول کے مطابق انہوں نے اپنی کتب کلامیہ میں فریق مخالف کے مذہب کے موافق آیتوں کی تاویل کے لیے اپنے مذہب پر متعدد عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔

امام رازی کا تصور نبوت

امام رازی نے نبوت کی جو توجیحات کی ہیں تفسیر مفاتیح الغیب میں مختلف مقامات پر قرآنی آیات کے تحت تحریر کیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ امام رازی کے نزدیک نبوت کے ثبوت کے لیے سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ خدا کو فاعل مختار تسلیم کیا جائے، اگر ایک شخص سرے سے خدا کا منکر ہے یا اس کو فاعل مختار نہیں مانتا تو وہ نبوت کو بھی تسلیم نہیں کر سکتا، اس لیے نبوت کے اثبات سے پہلے اس کے سامنے خدا کا وجود اختیار کرنا چاہیے لیکن ان کے علاوہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے وجود اور خدا کے اختیار کے تو قائل ہیں لیکن متعدد وجوہ سے نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

ان میں پہلا فرقہ جبریہ کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبوت وبعثت کا مقصود انسانوں کو اوامر ونواہی کی تکلیف دینا ہے، لیکن جب انسانوں کو اپنے افعال پر سرے سے اختیار ہی نہیں تو یہ تکلیف بالکل بے معنی ہے، اس لیے نبوت بھی ایک بے معنی چیز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات کا بہترین طریقہ اگرچہ یہی ہے جو اوپر گزرا تاہم چوں کہ متکلمین نے اس کے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں اس لیے امام صاحب نے اپنی کتب کلامیہ میں ان تمام طریقوں کا ذکر کیا ہے اور ان پر بحث کی ہے۔

پہلا طریقہ تو وہی معجزات کا ہے اور اس میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید کا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کے عام معجزات ہیں اور اسی سلسلے میں اخبار عن الغیب بھی شامل ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق، افعال اور احکام سے آپ ﷺ کی نبوت پر استدلال کیا جائے کیوں کہ اگرچہ ان تمام چیزوں سے فرداً فرداً آپ کی نبوت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا تاہم مجموعی طور پر یہ تمام چیزیں صرف ایک پیغمبر ہی کی ذات میں جمع ہو سکتی ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ گذشتہ پیغمبروں نے اپنی کتابوں میں آپ کی نبوت کی پیشین گوئی کی ہے۔

امام رازی کا تصور رویت باری تعالی

امام رازی لکھتے ہیں کہ:

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں مسلمانوں کا کوئی فرقہ اشاعرہ کا ہم آہنگ نہیں معتزلہ کے نزدیک خداوند تعالی جسم، مکان، حیز اور جہت وغیرہ سے منزہ ہے اور جب تک کسی چیز میں یہ تمام خصوصیات موجود نہ ہوں تو وہ آنکھ سے نظر نہیں آسکتی اس لیے ان کے نزدیک خداوند تعالی آنکھ سے نظر نہیں آسکتا مجسمہ اور مشبہ کے نزدیک اگرچہ خداوند تعالی آنکھ سے نظر آسکتا ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ اس کے لیے جسم، مکان، حیز اور جہت وغیرہ بھی ثابت کرتے ہیں، اور خداوند تعالی کے لیے ان خصوصیات کو تسلیم نہ کیا جائے تو بھی اس کی رویت کا انکار کر دیں گے صرف اشاعرہ کا فرقہ ایسا فرقہ ہے جو خدا کو ان خصوصیات سے منزہ بھی مانتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کی رویت کا بھی قائل ہے۔

اشاعرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عقائد کے مسائل کو عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل سے ثابت کرتے ہیں، اور انھوں نے اس مسئلے پر جو عقلی دلیل قائم کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دیکھے جانے کی علت صرف اس کا وجود ہے، اور چوں کہ خدا موجود ہے، اس لیے وہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

امام صاحب کے نزدیک بھی یہ مسئلہ عقلی دلائل سے ثابت نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ محض ایک نقلی مسئلہ ہے، چنانچہ اربعین میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ

میں ہمارا مذہب وہ ہے جس کو شیخ ابو منصور ماتریدی، سمرقندی نے اختیار کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کی رویت کے امکان کو عقلی دلیل سے ثابت نہیں کرتے، بلکہ اس پر ظواہر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق اشاعرہ اور معتزلہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا کی رویت اس دنیا میں نہیں ہو سکتی، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ خدا کی رویت فی نفسہ ممکن ہے یا نہیں؟

اور قیامت میں مسلمانوں کو اس کا دیدار نصیب ہو گا یا نہیں؟

معتزلہ کو ان دونوں باتوں سے انکار ہے ان کے نزدیک نہ خدا کی رویت فی نفسہ ممکن ہے اور نہ قیامت کے دن مسلمانوں کو اس کا دیدار نصیب ہو گا، اور اس دعوی کو وہ قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت کرتے ہیں۔

لاتدرکه الأبصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير [۲۵]

لوگوں کی نظریں تو اس کو معلوم نہیں کر سکتیں اور لوگوں کی نظروں کو وہ خوب جانتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔

اہلسنت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی کا دیدار ممکن ہے اور اہل ایمان قیامت کے دن اس کا دیدار پائیں گے، اس پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

دلیل ا۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ [۲۶]

کچھ چہرے تروتازہ ایسے ہوں گے جو اللہ کا دیدار پائیں گے

دلیل ۲۔ اللہ عزوجل کی رویت کے حوالے سے موسی علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں رب تعالی فرماتا ہے: لَنْ تَرَانِي تو نہیں دیکھ سکتا لا اری نہیں فرمایا کہ میں دیکھا نہیں جا سکتا

دلیل ۳۔ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا [۲۷]

اور جب تو بہشت کی مجموعی حالت کو دیکھیں تو وہاں تجھ کو ہر طرح کی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے

امام رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت کی ایک قرأت مَلكا (بفتح المیم اور کسر لام ہے) جس کے معنی بادشاہ کے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ بادشاہ صرف خدا ہے جس کا مطلب یہ ہے جنت میں تجھ کو ایک بہت بڑا بادشاہ یعنی خدا دکھائی دے گا

اہلسنت کے مؤقف پر امام رازی کی تائید

امام رازی لکھتے ہیں کہ جب شے اپنی ذات میں اس طرح ہو کہ اس کا دیکھنا محال ہو تو اب اس کے نہ دیکھنے سے شے کی مدح اور تعظیم لازم نہیں آتی تو جب کوئی شی ایسی ہو کہ اس کا دیکھنا جائز ہے اور وہ اپنی رویت اور ادراک سے آنکھوں کو حجاب میں رکھنے پر قادر ہے تو یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے جو مدح اور عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ یہ آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالی کو اس کی ذات کے اعتبار سے دیکھنا جائز ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو قطعی طور پر ماننا لازم ہے کہ اہل ایمان روز قیامت اس کا دیدار پائیں گے۔

امام رازی مفاتیح الغیب میں لکھتے ہیں کہ عندی التمسک بهذه الاية اقوى من التمسک بغیر ها (مفاتیح الغیب ج ۴، ص ۱۷۴) میرے نزدیک رویت باری تعالی کے حوالہ سے اس آیت سے استدلال کرنا دوسری آیتوں کے استدلال سے زیادہ قوی ہے۔

خیر وشر کے بارے میں امام رازی اور دیگر مذاہب کا مؤقف

یہ مسئلہ خدا تعالیٰ کے وجود خداوند تعالیٰ کی توحید اور خداوند تعالیٰ کی تنزیہ تینوں سے تعلق رکھتا ہے۔

ملاحدہ

جن کو خداوند تعالیٰ کے وجود سے انکار ہے، کہتے ہیں کہ دنیا میں نہایت کثرت سے ظلم وجور قتل وخونریزی مصیبت اور رنج پایا جاتا ہے، اس لیے کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کا خالق، رحیم اور عادل ہے، اگر قادر خدا مطلق ہے تو اس کو دنیا میں صرف نیکی اور راستبازی پیدا کرنی چاہیے تھی، فریب جھوٹ، فسق، فجور حسد، بغض، دشمنی، انتقام اور بے رحمی کے وجود کی کیا ضروری تھی؟ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی صاحب ارادہ اور مختار خدا نہیں ہے۔

ثنویہ اور مجوس

جو توحید کے منکر ہیں وہ بھی اسی بنا پر دو خدا مانتے ہیں کہ دنیا میں خیر وشر، لذت والم، موت وزندگی، مرض وصحت کا وجود پایا جاتا ہے اور ایک ہی شخص میں خیر وشر کے یہ دونوں متضاد اوصاف نہیں پائے جاسکتے، اس لیے اگر دنیا کا خدا ایک ہوتا تو کیوں ایک کو زندگی دیتا اور ایک کو موت، کیوں ایک کو دولتمند بناتا اور ایک کو فقیر؟ اس تخصیص سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نیکی اور بدی کے دو مختلف خدا ہیں، ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پیدا کرتا ہے۔[۲۸]

فلاسفہ

فلاسفہ کے اصول کے مطابق خیر وشر کا سوال پیدا نہیں خدا کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا فاعل بالاختیار نہیں بلکہ موجب بالذات ہے۔ اللہ عزوجل سے افعال کا صادر ہونا بلا ارادہ بلا اختیار ہے تو پھر خیر وشر کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

اشاعرہ

اشاعرہ کے نقطہ نظر کے مطابق بھی خیر وشر پر بحث نہیں ہو سکتی اگر وہ خدا کو فاعل مختار مانتے ہیں لیکن حسن وقبح عقلی کے قائل نہیں عقلاً کوئی چیز اچھی یا بری نہیں۔ اللہ عزوجل جو کرتا ہے وہ سب اچھا ہوتا ہے۔

معتزلہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کو فاعل مختار بھی مانتے ہیں۔ حسن وقبح (اچھائی، برائی) کی نسبت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ مسئلہ زیر بحث ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زہر کیوں پیدا کیا۔ موذی جانور کیوں پیدا کئے۔ فسق وفجور کی تخلیق کیوں ہوئی۔

امام رازی دیگر مذاہب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

موجودات کی پانچ اقسام ہیں

وہ موجودات جن میں صرف محض خیر پایا جاتا ہے وہ موجودات جن میں خیر غالب ہے اگرچہ برائی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے بھلائی برائی پر غالب ہے وہ موجودات جن میں بھلائی اور برائی برابر ہے وہ موجودات جن میں بھلائی سے زیادہ برائی پائی جاتی ہے وہ موجودات جن میں صرف برائی ہی برائی ہے۔

امام رازی کا فلسفہ خیر و شر

امام رازی کی اپنی کتاب مباحث شرقیہ کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

پہلی قسم کا وجود تو عین حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے یہ صرف عالم علوی تک محدود ہے دنیا میں کوئی وجود نہیں۔

دوسری قسم حکمت و مصلحت کے مطابق ہے برائی سے بچنے کے لئے اس کو پیدا ہی نہ کیا جائے تو بہت سی بھلائیوں سے بندہ محروم ہو گا۔

مثال: آگ کے فوائد بہت ہیں مگر نقصان بھی ہو جاتے ہیں مطلب آگ پیدا ہی نہ کی جائے جب تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلے گا فوائد زیادہ ہے نقصان کم ہیں دنیا میں صرف اسی قسم کا وجود ہے۔ آخری تینوں قسمیں دنیا میں موجود نہیں آج اگرچہ امراض موجود ہیں مگر صحت زیادہ پائی جاتی ہے۔

امام رازی کا تعاقب

امام رازی دوسری قسم پر بھی اعتراض کرتے ہیں اللہ عزوجل نے تھوڑی برائی کیوں پیدا کی؟

جب اللہ عزوجل فاعل مختار ہے تو آگ جلانے کی خاصیت اس وقت پیدا ہو جب ضرورت ہو جب مضر ہے نقصان دہ ہے اس وقت یہ خاصیت نہیں ہونی چاہیے۔

جواب

امام رازی لکھتے ہیں کہ جواب یہی ہونا چاہیے کہ اللہ کا فاعل مختار نہ مانا جائے جیسا کہ فلاسفہ کا نقطہ نظر ہے امام رازی کا عقیدہ یہ نہیں کیونکہ وہ تو اشعری ہیں اشاعرہ کے نزدیک خیر و شر کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اعتراض معتزلہ پر وارد ہوتا ہے کہ خیر و شر اضافی چیزیں دنیا میں کوئی چیز بالذات بری نہیں۔ (۲۹)

نتیجہ تحقیق

مفاتیح الغیب کے تجزیاتی مطالعہ سے یہ حاصلات اخذ کئے گئے ہیں۔

۱۔ شہرستانی کے بعد علم کلام کا تاج امام فخر الدین رازی کے سر پر رکھا گیا علم کلام اور فلسفہ کی تفصیل میں بہت زیادہ دلچسپی لی ایک مدت تک مصروف عمل رہے۔

۲۔ امام رازی جسطرح تفسیر، اصول فقہ اور فقہ، بلاغت، نحوی ابحاث کے امام تھے اسی طرح علم کلام، فلسفہ اور عقلیات کے بھی امام تھے۔

۳۔ امام رازی نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقائد پر قائم کی ہے اور اشاعرہ کے جو مسائل تاویل کے محتاج تھے ان میں تاویل کا سہارا بھی نہیں لیا۔

۴۔ علم کلام کے متعلق سب سے بڑا کام جو امام رازی کا ہے وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے امام صاحب سے قبل جس قدر تفسیریں لکھیں گئیں ان میں یہ ابحاث نہ تھیں تاہم معتزلہ نے تفسیریں تو متعدد لکھیں لیکن وہ بدنام تھے۔

۵۔ امام رازی نے اگرچہ معقول کے مقابلہ میں منقول کا پلہ باری رکھا ہے مگر معتزلہ کے رد میں خوب کام کیا ہے ذہانت اور عقلیات میں

رأس ور ئیس ہیں۔

۶۔ مفاتیح الغیب امام رازی کی تمام تصانیف میں سب سے مشہور تصنیف ہے یہ تفسیر "بالروایۃ والدریۃ والاشارۃ" تینوں قسموں کو جامع ہے۔

۷۔ امام رازی نے کلامی ابحاث میں مختلف طریقے اختیار کئے ہیں مثلاً جو لوگ معقول اور منقول میں تطبیق دیتے تھے امام صاحب نے ان کا نام حکماء اسلام رکھا ہے۔

سفارشات

۱۔ جدید علم الکلام کو داخلی نصاب کیا جائے

۲۔ جدید علم الکلام پر نایاب کتب تصنیف کی جائے

۳۔ علم الکلام کی دینی و عصری اہمیت کو اجاگر کیا جائے

۴۔ مختلف مذاہب کی کلامی مباحث اور اسلامی مباحث پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالہ جات تحریر کروائے جائے

۵۔ سابقہ کتب علم الکلام کو عام فہم انداز میں شائع کیا جائے

۶۔ تحقیق کے جدید تقاضوں کے مطابق علم الکلام کو مرتب کیا جائے

حواشی و حوالہ جات

(۱)۔ النساء، ۷۸:۴

(۲)۔ النساء، ۷۹:۴

(۳)۔ لوئیس معلوف، المنجد، لاہور، مکتبہ خزینہ علم وادب ص ۷۶۵

(۳)۔ بلیاوی، ابو الفضل عبد الحفیظ۔ مصباح اللغات، لاہور، مکتبہ احیاء العلوم، ص: ۷۴۲

(۴)۔ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، (۷۹۲ھ)۔ شرح العقائد النسفیہ، کراچی، مکتبۃ المدینہ، ص: ۵۳

(۵)۔ طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ (متوفی ۹۶۸ھ) مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم، مکتبہ لبنان، ج: ۲، ص: ۳۷

(۶)۔ ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم، وفیات الاعیان ناشر: دار صادر بیروت (۱۹۰۰) ج: ۱، ص: ۴۷۸

(۶)۔ ندوی، عبد السلام (۲۰۱۲ء)۔ امام رازی، اعظم گڑھ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ص: ۶۸

(۷)۔ البقرہ، ۷:۲

(۸)۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن، (۶۰۶ھ)۔ مفاتیح الغیب، طہران دار لکتب العلمیہ، ج: ۱، ص: ۳۷

(۹)۔ نعمانی، علامہ شبلی۔ علم الکلام اور الکلام، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص: ۱۶

(۱۰)۔ العلوانی، طٰہٰ جابر، (۲۰۱۰ء)۔ الامام الرازی و مصنفاتہ، قاہرہ، درالسلام، ص:۲۵

(۱۱)۔ ندوی، عبد السلام (۲۰۱۲ء)۔ امام رازی، اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ص:۳

(۱۲)۔ ذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، (۱۴۱۳ھ)۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، بیروت، دارالکتب العربی، ص:۴۰

(۱۳)۔ النساء، ۴:۸۲

(۱۴)۔ ندوی، عبد السلام (۲۰۱۲ء)۔ امام رازی، اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ص:۱۸۶

(۱۵)۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن، (۶۰۶ھ)۔ مفاتیح الغیب، طہران دار لکتب العلمیہ، ص:۸۲، ۳۲

(۱۶)۔ تفسیر کبیر روش اور منہج از ڈاکٹر غزل کاشمیری در مجلہ "المیزان" ص:۱۸، ۱۹، ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۱۷)۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن، (۶۰۶ھ)۔ مفاتیح الغیب، طہران دار لکتب العلمیہ، ص:۳۲، ۸۳، دیکھئے: التفسیر والمفسرون، ص:۲۸۱، اور تفسیر کبیر ج:۲۱، ص:۲۷

(۱۸)۔ ایضاً: ۲۳، ۴۲

(۱۹)۔ ایضاً: ۲۱/۲۷

(۲۰)۔ تفسیر کبیر ۳۲/۱۰

(۲۱)۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر (۸۵۴ھ)۔ لسان المیزان، بیروت، دارالفکر، ج:۴، ص:۴۲۶

(۲۲)۔ تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، (۷۹۲ھ)۔ شرح العقائد النسفیہ، کراچی، مکتبۃ المدینہ، ص:۱۳۲

(۲۳)۔ تفسیر کبیر، ج:۲ ص:۵۶۶

(۲۴)۔ تفسیر کبیر، ج: ۲ ص: ۵۹۷

(۲۵)۔ انعام ۶ -۱۰۳

(۲۶)۔ القیٰمۃ ۷۵۔ ۲۲

(۲۷)۔ الاعراف ۷۔ ۱۴۳

(۲۸) تفسیر کبیر: ج ۶ ص ۱۳۸

(۲۹) تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۳۸، مباحث شرقیہ ج ۲ ص ۲۲۲